۸۔ ڈاکٹر اسرار احمد : "زندگی، موت اور انسان" مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، فروری۔ ۱۹۸۸ء۔

۹۔ ڈاکٹر اسرار احمد : "علامہ اقبال اور ہم" مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، طبع پنجم ۱۹۹۵ء۔

۱۰۔ ڈاکٹر اسرار احمد : "عزم تنظیم" تنظیم اسلامی پاکستان، لاہور، طبع دوم ۱۹۹۲ء۔

۱۱۔ شیخ جمیل الرحمٰن : "قافلۂ تنظیم منزل بہ منزل" : ماہنامہ "میثاق" اپریل ۱۹۸۸ء، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور۔

۱۲۔ عبدالواحد معینی : "مقالات اقبال" اشرف پریس لاہور، ۱۹۶۳ء۔

۱۳۔ عبدالحکیم خلیفہ : "فکر اقبال" بزم اقبال نرسنگھ داس گارڈن لاہور، طبع پنجم ۱۹۸۳ء۔

۱۴۔ غلام السیدین، خواجہ : "اقبالز ایجوکیشنل فلاسفی" لاہور۔

۱۵۔ محمد اقبال : "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" ترجمہ سید نذیر نیازی، بزم اقبال لاہور، ۱۹۸۵ء۔

۱۶۔ محمد اقبال : "کلیات اقبال" الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۱۹۹۵ء۔

۱۷۔ محمد احمد صدیقی : "اقبال کے تعلیمی نظریات" اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ کراچی، ۱۹۶۵ء۔

۱۸۔ محمد احمد خاں : "اقبال اور مسئلہ تعلیم" اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۷۸ء۔

۱۹۔ محمد حامد : "افکار اقبال" اقبال اکادمی پاکستان لاہور، طبع اول ۱۹۸۶ء۔

۲۰۔ محمد جاوید نقشبندی : "علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اور علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے تعلیمی نظریات کا موازنہ" ادارہ منہاج القرآن لاہور، ۱۹۹۴ء۔

۲۱۔ محمد فاروق جوش : "اقبال اور تعلیم" شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، ۱۹۸۳ء۔

۲۲۔ نیاز فتح پوری : "اقبال کا فلسفہ خودی، فکر و نظر" علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۱۹۵۷ء۔

بقیہ : لغات و اعراب قرآن

عبارت (بصورت آیت یا قطعۂ آیات) اور ترجمہ الگ الگ ایک دوسرے کے بالمقابل یا اوپر نیچے---- مگر بین السطور نہیں---- لکھے جائیں، جیسا کہ اکثر انگریزی تراجم میں اور بعض تفاسیر میں کیا گیا ہے۔ جہاں تک اصل ترجمہ کی صحت، انتخابِ الفاظ کی موزونیت اور اصل (عربی عبارت) کی نحوی ترکیب کی رعایت کا تعلق ہے تو اِس کو جانچنا تو عربی دانی کا محتاج ہے۔

(جاری ہے)

پروفیسر حافظ احمد یارؒ

سُوْرَةُ الْبَقَرَة

آیت ۱۰۹ - ۱۱۰

ملاحظہ : کتاب میں حوالہ کیلئے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحثِ اربعہ (اللغۃ 'الاعراب' الرسم اور الضبط) میں سے زیر مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی علی الترتیب اللغۃ کیلئے ۱' الاعراب کیلئے ۲' الرسم کیلئے ۳' اور الضبط کیلئے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیر بحث آتے ہیں اس لئے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لئے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲:۵:۱(۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲ : ۶۶

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

۲ : ۶۶ : ۱ اللُّغة

۲ : ۶۶ : ۱(۱) [وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ]

(۱) "وَدَّ" کا مادہ "و د د" اور وزن (اصلی) "فعِل" ہے۔ اس سے فعل مجرد باب سمع اور فتح دونوں سے آتا ہے۔ یعنی وَدَّ.... یَوَدُّ وَدًّا وَ مَوَدَّةً۔ ماضی مضارع دراصل وَدِدَ یَوْدَدُ تھے' پھر مضاعف کے قاعدے کے مطابق صیغہ ماضی میں مثل اول متحرک کو ساکن کر کے مثل ثانی میں مدغم کر دیا جاتا ہے یعنی وَدِدَ = وَدْدَ= وَدَّ.... اور صیغہ مضارع میں متحرک مثل اول کی حرکت ماقبل ساکن حرف علت "و" کو منتقل ہو جاتی ہے اور اب ساکن مثل اول مثل ثانی میں مدغم ہو جاتا ہے یعنی یَوْدَدُ = یَوَدْدُ = یَوَدُّ۔ اس فعل میں بنیادی معنی "..... سے محبت کرنا'.. .. کو دل سے چاہنا'.... کو دوست رکھنا" ہیں اور پھر اس میں ".... کی تمنا کرنا۔ آرزو کرنا اور.. . کی خواہش کرنا" کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔

اِس فعل کا مفعول بنفسہٖ بھی آتا ہے۔ لیکن زیادہ تر اِس کا مفعول حرف تمنا "لَوْ" (کاش کہ) یا "اَنْ" (کہ) سے شروع ہونے والے جملے کی صورت میں آتا ہے۔ قرآن کریم میں اِس فعل مجرد سے مختلف صیغے ۱۶ جگہ آئے ہیں جن میں سے صرف ایک جگہ (آل عمران : ۱۱۸) یہ مفعول بنفسہٖ کے ساتھ آیا ہے۔ تین جگہ "اَنْ" کے ساتھ باقی سب جگہ "لَوْ" کے ساتھ آیا ہے اور بعض دفعہ دونوں معنی کو اُردو میں صرف "چاہنا" یا "دل سے چاہنا" کے ذریعے ظاہر کرتے ہیں۔ اِس فعل مجرد کے متعدد مصادر آئے ہیں' ان میں سے دو (وَدٌّ (بضم الواو) اور "مَوَدَّةٌ" قرآن کریم میں آئے ہیں۔ نیز مزید فیہ کے باب مفاعلہ سے ایک صیغہ فعل کے علاوہ اِس مادہ سے متعدد ماخوذ و مشتق اسم (وَدُوْد' وَدٌّ اور مَوَدَّة وغیرہ) بھی قرآن میں وارد ہوئے ہیں۔ نیز دیکھئے البقرہ : ۹۶ [۲ : ۵۹ : ۱ (۳)] زیر مطالعہ فعل "وَدَّ" صیغہ ماضی ہے مگر بیان واقعہ اور سیاق عبارت کے لحاظ سے اکثر مترجمین نے اِس کا ترجمہ بزمانہ حال "دوست رکھتے/چاہتے/دل سے چاہتے/یہ چاہتے ہیں" کی صورت میں کیا ہے۔ ایک آدھ نے "چاہا" (بصورت ماضی) بھی ترجمہ (لفظی) کیا ہے اور بعض نے "وَدَّ" کا فاعل "اہل کتاب" (جن کا ذکر آگے آ رہا ہے) کی بجائے ان کے "دل" کو ہی بتا کر بامحاورہ بصورت "..... کا دل چاہتا ہے" سے کیا ہے' جس میں "تمنا" والا مفہوم موجود ہے۔

(۴) "کَثِیْرٌ" (بہت سے/بہت/بہتیرے)۔ جو "ک ث ر" سے فعیل کے وزن پر اسم مبالغہ ہے ـــــ اُردو میں مستعمل ہے۔ اِس کے متعلق مفصل بحث البقرہ : ۲۶ [۲ : ۱۹ : ۱ (۱۰)] میں ہوئی تھی۔

۳ "مِنْ" (میں سے) بہت دفعہ گزرا ہے۔ نیز دیکھئے البقرہ :۳ [۲:۲:۱(۵)]

۴ "اَهْلِ الْكِتٰبِ" (کتاب والے / کتابی / اہلِ کتاب) اِس ترکیب اضافی میں "کتاب" تو معروف لفظ ہے۔ دیکھئے البقرہ :۲ [۲:۱:۱(۲)] اور "اَهْل"---- جس کا مادہ "ا ھ ل" اور وزن فَعْلٌ ہے فعل مجرد "اَهَلَ يَأْهُلُ" (نصر سے) کے معنی "آباد ہونا" ہیں اور جو زیادہ تر مجہول استعمال ہوتا ہے، مثلاً "اُهِلَ الْمَكَانُ" (جگہ آباد کی گئی / ہوگئی۔ اِس میں رہنے والے آگئے)---- تاہم اِس مادہ سے کسی قسم کا کوئی صیغۂ فعل قرآنِ کریم میں کہیں نہیں آیا۔ بلکہ صرف یہی لفظ (اَهْل) مرکب صورتوں میں ۱۲۱ مقامات پر آیا ہے اور اِس کی جمع سالم "اَهْلُونَ" مختلف حالتوں (رفع، نصب، جر) میں مضاف ہو کر بصورتِ "اَهْلُو..../ اَهْلِی...." چھ دفعہ آئی ہے، بلکہ یہ لفظ "اَهْل" واحد ہو یا جمع ہمیشہ مضاف ہو کر ہی استعمال ہوتا ہے۔ اِس کی جمع مکسر "اَهَالٍ" (بروزن لَيَالٍ = راتیں) بھی آتی ہے۔ تاہم یہ جمع (مکسر) قرآنِ کریم میں نہیں آئی اور یہی جمع اُردو میں بصورتِ "اَهَالِی" استعمال ہوتی ہے، جو دراصل عربی ہی ہے۔

● لفظ "اَهل" کا اُردو ترجمہ موقع استعمال کی مناسبت سے "گھر والے۔ افرادِ کنبہ۔ قریبی رشتہ دار۔ بیوی بچے۔ پیروکار۔ حقدار۔ مالک۔ مستحق۔ سزاوار۔ باشندے" کی صورت میں اور بعض دفعہ "مضاف، اصحاب اور اُولُو" کی طرح) "والے" کے ساتھ ترجمہ کرتے ہیں مثلاً اہل القرٰی (بستیوں والے)، اہل البَیتِ (گھر والے)، اہل النّارِ (دوزخ والے) وغیرہ اور جمع کے مفہوم کے باوجود یہ لفظ عموماً بصورتِ واحد ہی استعمال ہوتا ہے۔ صرف ایک جگہ (المدّثر :۵۶) یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے "سزاوار، لائق" اور "والا" (واحد) کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ یعنی "اَهْلُ التَّقْوٰی وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ" (ڈرنے کے لائق اور بخشش والا)۔

● "اھل الکتاب" کا ترجمہ تو "کتاب والے" ہے۔ عموماً اِس سے مُراد مسیحی اور یہودی لئے جاتے ہیں۔ اور زیرِ مطالعہ آیت میں بھی یہ ترکیب اسی مفہوم کے ساتھ آئی ہے---- اِس حصّۂ آیت (وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ) کا ترجمہ لفظی بنتا ہے "دل سے چاہا بہتیروں نے کتاب والوں میں سے" جس کی ایک بامحاورہ صورت "دل چاہتا ہے بہت سے اہل کتاب / کتاب والوں / کتابیوں کا" بھی ہے، تاہم اکثر مترجمین نے "اہل کتاب" کی اُردو میں رائج (فارسی) ترکیب کو ہی استعمال کیا ہے اور اُردو محاورے کے مطابق فعل (وَدَّ) کا ترجمہ بھی آخر پر لائے ہیں، یعنی بہت سے اہل کتاب / اکثر اہل کتاب / اہل کتاب سے بہت سے لوگ / اہل کتاب میں سے بہتیرے چاہتے ہیں / دل سے تو یہ چاہتے ہیں / دل ہی سے چاہتے ہیں" کی

صورت میں۔

۲ : ۶۲ : ۱(۲) [لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا]

❶ "لَوْ" (کاش / کہ / کسی طرح)۔ گرامر والے اسے حرفِ تقدیر بھی کہتے ہیں کیونکہ عموماً اِس کے ذریعے کوئی اندازہ بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ "تمنا" کے مفہوم میں آیا ہے۔ مزید دیکھئے [۲:۱۵:۱(۷)]

❷ "يَرُدُّوْنَكُمْ" (پھیر دیں / پھیر کر / پھر سے بنا دیں / بنالیں وہ تم کو.....) اِس میں آخری ضمیر منصوب (كُمْ) بمعنی "تم کو / تمہیں" ہے اور اِس سے پہلے صیغۂ فعل (مضارع) "يَرُدُّوْنَ" کا مادہ "ر دد" اور وزن اصلی "يَفْعُلُوْنَ" ہے' جو دراصل "يَرْدُدُوْنَ" تھا' پھر مثل اوّل کی حرکت اِس سے ماقبل ساکن (ر) کو دے کر مثلین کو مدغم کر دیا گیا' یعنی يَرْدُدُوْنَ = يَرُدْدُوْنَ = يَرُدُّوْنَ۔

● اِس مادہ سے فعل مجرد "رَدَّ يَرُدُّ" (دراصل رَدَدَ - يَرْدُدُ) رَدًّا اَوْ مَرَدًّا (بابِ نصر سے) کے بنیادی معنی "پھیر دینا' واپس لانا" ہیں۔ اِس فعل کے استعمالات اور معانی پر البقرہ :۸۵ [۲:۵۲:۱(۸)] میں بات ہوئی تھی۔ یہاں اِس کے جو مختلف لفظی یا بامحاورہ تراجم کئے گئے ہیں وہ اوپر لکھ دیئے گئے ہیں۔ سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔

❸ "مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ" (تمہارے ایمان / لائے / لاچکنے / لے آنے / مسلمان ہوئے / ہونے / (کے) پیچھے / کے بعد)۔ اِس پوری ترکیب جاری پر تو آگے "الاعراب" میں مزید بات ہوگی۔ مرکب کے ابتدائی حصّہ (مِنْ بَعْدِ) کے استعمال اور معنی پر البقرہ :۵۱ [۲:۳۳:۱(۷)] میں بحث ہو چکی ہے۔ اور "....اِيْمَانِكُمْ" کی آخری ضمیر مجرور (كُمْ) تو بمعنی "تمہارا / تمہارے" ہے۔ اور لفظ "اِيْمَان" (بمعنی "ایمان لے آنا") پر (جو بابِ افعال کا مصدر ہے) البقرہ :۳ [۲:۲:۱(۱)] میں بات ہو چکی ہے۔ "ایمان لے آنا" کی بجائے "مسلمان ہونا" کا ترجمہ بلحاظ مفہوم (زیرِ مطالعہ عبارت کی حد تک تو) درست ہے۔ تاہم "ایمان" اور "اسلام" کے باہمی تعلق اور دقیق فرق کے بارے میں ذہن میں واضح تصور ہونا چاہئے جو قرآنِ کریم کی مختلف آیات میں موجود ہے اور محتاج مطالعہ ہے۔

❹ "كُفَّارًا" (کافر) اِس لفظ کی (یہاں) نصب پر تو آگے "الاعراب" میں بات ہوگی۔ لغوی اعتبار سے یہ لفظ (كُفَّار) اسم الفاعل (كَافِر) کی ایک جمع مکسر ہے جو قرآنِ کریم میں کم و بیش بیس جگہ آئی ہے (ایک اور جمع مکسر "الكَفَرَة" بھی ایک جگہ آئی ہے) ورنہ زیادہ تر تو قرآنِ

کریم میں اِس لفظ کی جمع مذکر سالم "الکَافِرُون۔ الکَافِرِین) ہی استعمال ہوئی ہے۔ اِس لفظ کے مادہ (ک ف ر) سے فعل مجرد کے باب معنی وغیرہ پر پہلی دفعہ البقرہ :۶ [۲: ۵: ۱ (ا)] میں مفصل بات ہوئی تھی۔ یہ الفاظ (کَافِر۔ کُفَّار) اردو میں اتنے متعارف ہیں کہ ترجمہ کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی۔ اردو میں لفظ "کَافِر" بطور جمع بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے "کافر بھاگ گئے" میں۔ اسی لئے اکثر مترجمین نے "کُفَّار" کا ترجمہ "کافر" ہی کر دیا ہے۔ ایک آدھ نے سابقہ عبارت (پھیر دیں) کی مناسبت سے اِس لفظ کا ترجمہ "کفر کی طرف" کیا ہے جو بلحاظ مفہوم ہی درست قرار دیا جا سکتا ہے۔

● الفاظ اور تراکیب کے الگ الگ لفظی اور بامحاورہ ترجموں کی مدد سے (جو اُوپر دیئے گئے ہیں) اب آپ مندرجہ بالا دونوں حصۂ عبارت (وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا) کا ترجمہ مختلف انداز (مگر یکساں مفہوم) میں کر سکتے ہیں۔ تاہم ابھی یہ عبارت آگے چلتی ہے اور پورا ترجمہ اختتامِ آیت کے بعد ہی ممکن ہوگا۔

۲ : ۶۶ : ۱(۳) [-----حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ...]

❶ "حَسَدًا" (حسد / جلن / سے / کی وجہ سے / رکھ کر / کے سبب / کی راہ سے) اِس لفظ کی (یہاں) نصب پر تو "الاعراب" میں بات ہوگی۔ اِس کا مادہ (جیسا کہ ظاہر ہے) "ح س د" اور وزن "فَعَلٌ" ہے جو یہاں منصوب آیا ہے۔ اِس مادہ سے فعل مجرد حَسَدَ ...... يَحْسُدُ حَسَدًا (نصر سے) آتا ہے اور اِس کا عام اردو ترجمہ "..... سے حسد کرنا" کر سکتے ہیں۔ کیونکہ لفظ "حَسَد" (جو اِس فعل مجرد کا مصدر ہے) اردو میں رائج اور مستعمل ہے۔ عربی میں اِس لفظ (اور اِس کے فعل) کا مطلب ہے "کسی مستحق شخص کی کسی خداداد نعمت کو خود چھین لینے یا کم از کم اِس شخص سے چھن جانے کی خواہش اور تمنا رکھنا۔" اور اِس مقصد کے لئے ہر طرح کی تدبیر کرنا بھی اِس کے مفہوم میں شامل ہے۔ جس شخص سے حسد کیا جائے اور جس چیز (نعمت) کی وجہ سے حسد کیا جائے وہ دونوں مفعول بنفسہٖ (منصوب) بھی آتے ہیں اور دوسرے مفعول (وجہ حسد چیز) پر "عَلٰی" بھی لگتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں : "حَسَدَهُ الشَّيْءَ وَ حَسَدَهُ عَلَى الشَّيْءِ" (اس نے اِس سے چیز کا / کی وجہ سے / حسد کیا)۔ بعض دفعہ دوسرا مفعول (وجہ حسد) محذوف یا غیر مذکور ہوتا ہے اور بعض دفعہ دونوں مفعول محذوف ہوتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں اِس فعل سے تین صیغے (تین جگہ) آئے ہیں اور تینوں طرح استعمال ہوتے ہیں [یعنی دونوں مفعول کے حذف کے ساتھ، صرف دوسرے مفعول کے حذف کے ساتھ اور دوسرے مفعول پر

"عَلٰی" کے ساتھ] بعض مترجمین نے اِس کا ترجمہ "جلن" یا "دلی جلن" کی صورت میں کیا ہے' جو حسد کی خاصیت یا حاسد کی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔

❷ "مِنْ عِنْدِ...." (کے پاس سے/ .... کی ہی جانب سے/ ..... کی طرف سے) "عِنْدَ" (ظرف منصوب) کی اصل' اِس کے معنی و استعمال اور اِس پر "مِنْ" (الجارۃ) کے استعمال پر البقرہ :۵۴ [۲: ۳۴:۱(۸)] میں مفصل بات ہو چکی ہے۔

❸ "..... اَنْفُسِهِمْ" (..... ان کی جانوں کے/ ..... اپنے اندر کے/..... ان کے دلوں ہی..../ اپنے ہی دلی.....) عربی کے کسی بھی مرکب جاری یا اضافی کی طرح اِس پوری ترکیب (مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ) کے اردو ترجمہ میں پہلے "اَنْفُسِهِمْ" اور پھر "مِنْ عِنْدِ..." کا ترجمہ کرنا پڑتا ہے اسی لئے اِس کا بالکل لفظی ترجمہ "جانوں اپنی کے پاس سے" کیا گیا ہے جسے بامحاورہ کرنے کے لئے "اپنے اندر سے/ خود ان کے دلوں ہی سے/ ان کے نفسوں میں سے/ اپنے ہی دلوں سے" کی صورت دی گئی ہے۔

● "انفسھم" میں آخری مجرور ضمیر "ھم" بمعنی "ان کے" ہے اور "اَنْفُس" بمعنی "جانیں" جمع مکسر ہے' جس کا واحد "نفسٌ" ہے۔ اِس مفرد کلمہ (نفس) اور خود زیرِ مطالعہ ترکیب (انفسِھم) سے ملتی جلتی ترکیب "انفسَھم" [یعنی صرف "انفس" کی اعرابی حالت کے فرق کے ساتھ] پر البقرہ :۹ [۲: ۸:۱(۴)] میں مفصل بات ہو چکی ہے۔

● اِس طرح اِس پورے حصّہ عبارت (حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ) کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "حسد سے پاس جانوں اپنی کے" یا "حسد کر کر (کرتے ہوئے) اپنے اندر سے"--- جسے بامحاورہ کرتے ہوئے "بسبب اپنے دلی حسد کے/ حسد کی وجہ سے جو خود ان کے دلوں ہی سے ہے/ اپنے دلی حسد کی وجہ سے/ اپنے ہی دلوں کی جلن سے/ اپنے دلوں میں حسد رکھ کر/ اپنے دل کی جلن سے/ حسد کی راہ سے جو ان کے نفسوں میں (ہے)" کی صورت دی گئی ہے۔ ان تمام تراجم میں "انفس" کا ترجمہ "دل/ دلوں" سے کرنے کی وجہ یہی ہے کہ اِس میں ایک اندرونی پوشیدہ کیفیت کا ذکر ہے۔ اسی لئے قرآنِ کریم میں "نفوس/ انفس (جانوں) صُدور (سینوں) قلوب (دلوں)" کئی مقامات پر قریباً ہم معنی (یا ایک جیسی نفسیاتی کیفیت کے لئے) استعمال ہوئے ہیں۔ بعض تراجم میں لفظ "جو" لانے کی وجہ آگے "الاعراب" میں بیان ہوگی۔

۲ : ٦٦ : ۱(۴) [.....مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ]

❶ "مِنْ بَعْدِمَا" (پیچھے اِس کے جو/ بعد اِس کے کہ/ باوجودیکہ/ حالانکہ) "مِنْ

بَعْدِ....." تو ابھی اوپر گزرا ہے۔ یہاں "مِنْ بَعْدِ....." کا مضاف الیہ وہ جملہ ہے جو "مَا" سے شروع (ہو کر..... الحق پر ختم) ہوتا ہے۔ اِس سے پہلے یہی ترکیب (مِن بَعدِمَا .....) البقرہ :۷۵ [۲: ۴۷ :۱ (۵)] میں زیرِ بحث آچکی ہے۔ اِس سے "ما" کی مصدریت پر آگے "الاعراب" میں بات ہو گی۔

۳ "تَبَيَّنَ" (ظاہر ہوگیا/ چکا/ کھل چکا/ واضح ہو چکا/ خوب ظاہر ہو چکا) اِس لفظ کا مادہ "ب ی ن" اور وزن "تَفَعَّلَ" ہے۔ یعنی یہ اِس مادہ سے باب تفعُّل کا صیغہ ماضی (واحد مذکر غائب) ہے۔ اِس مادہ سے فعل مجرد کے باب' معنی اور استعمال کے بیان کے علاوہ اِس سے مزید فیہ کے باب تفعیل کے معنی وغیرہ پر بھی البقرہ :۶۸ [۲: ۴۳ :۱ (۶)] میں مفصل بات ہو چکی ہے۔

● "تَبَيَّنَ يَتَبَيَّنُ" کے معنی عموماً تو ہوتے ہیں "ظاہر اور واضح ہو جانا" اور چونکہ باب تفعُّل کی ایک خصوصیت "تکلف' کوشش اور بنانا سنوارنا" بھی ہے اِس لئے اِس فعل کا زیادہ بہتر مفہوم "خوب ظاہر ہو جانا' اچھی طرح واضح ہو جانا" کی صورت میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ جس شخص وغیرہ پر بات واضح ہو جائے اِس کے لئے عربی میں لام (لِ) کا صلہ لگتا ہے' مثلاً کہیں گے "تَبَيَّنَ لَهُ" (اس پر/ کے لئے/ واضح ہوگیا) یعنی اِس کے اردو ترجمہ میں "کے لئے" کی بجائے "پر" لگ سکتا ہے' مگر عربی میں "تَبَيَّنَ عَلَيْهِ" کہنا غلط ہوگا۔

● اوپر ہم نے اِس فعل کے معنی فعل لازم کی صورت میں بیان کئے ہیں' تاہم یہی فعل بطورِ متعدی بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی یہ فعل "خوب واضح کرنا' ظاہر کرنا" کے معنی بھی دیتا ہے۔ مثلاً کہہ سکتے ہیں "تَبَيَّنَ الشَّيْءُ (چیز واضح ہوگئی) اور "تَبَيَّنَ الشَّيْءَ" (اس نے چیز واضح کر دی)--- بلکہ یہ عجیب بات ہے کہ اس مادہ (ب ی ن) سے فعل مجرد کی ایک صورت [بَانَ يَبِينُ بَيَانًا] کے علاوہ اس سے بابِ تفعیل' تفعّل' اِفعال اور استفعال سے بھی فعل لازم اور متعدی دونوں طرح (اور ہم معنی) استعمال ہوتے ہیں' مثلاً کہیں گے بَانَ الشَّيْءُ وَ بَيَّنَ وَ تَبَيَّنَ وَ اَبَانَ وَ اسْتَبَانَ (سب کا مطلب ہے چیز واضح ہوگئی) اور اسی کو بطورِ متعدی یوں بھی کہہ سکتے ہیں۔ بَانَ الشَّيْءَ وَ بَيَّنَهُ وَ تَبَيَّنَهُ وَ اَبَانَهُ وَ اسْتَبَانَهُ (سب کا مطلب ہے "اس نے چیز کو واضح کر دیا") "بَانَ يَبِينُ" اور "بَيَّنَ يُبَيِّنُ" کے متعلق یہی بات (لازم متعدی استعمال والی) البقرہ :۶۸ [۲: ۴۳ :۱ (۶)] میں بھی بیان ہوئی تھی۔ بابِ "تفعّل" کی وضاحت یہاں ہو گئی ہے۔ اسی مادے سے بابِ افعال اور استفعال کے استعمال آگے آئیں گے۔

● ثلاثی مجرد والا استعمال قرآنِ کریم میں نہیں آیا مگر مذکورہ بالا مزید فیہ کے چاروں افعال قرآنِ کریم میں استعمال ہوئے ہیں اگرچہ قرآنِ کریم میں اِس مادہ سے بابِ تفعیل اور اِفعال کا زیادہ استعمال بطورِ متعدی اور بابِ تفعُّل اور استفعال کا زیادہ استعمال بطورِ لازم ہوا ہے۔

● اِس فعل (تَبَیَّنَ) کے ایک معنی "کسی بات یا معاملے کی وضاحت کے لئے (جلد بازی کی بجائے ٹھنڈے دل سے) غور و فکر سے کام لینا" بھی ہیں جس کا عام فہم اردو ترجمہ "تحقیق کر لینا' تحقیق سے کام لینا' اچھی طرح تحقیق کر لینا" کی صورت میں کیا جا سکتا ہے۔ یہ استعمال بھی قرآنِ کریم میں متعدد جگہ آیا ہے۔ مزید بات حسب موقع ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

● اِس فعل (تَبَیَّنَ) سے مختلف صیغے قرآنِ کریم میں کم و بیش اٹھارہ جگہ آئے ہیں۔ ان میں سے گیارہ جگہ یہ فعل لام کے صلہ کے ساتھ (یعنی جس پر بات واضح ہو اِس کے ذکر کے ساتھ) آیا ہے' باقی مقامات پر عمومی وضاحت (مثلاً سب ہی پر) کے لئے آیا ہے یا "تحقیق کر لینا" کے معنی میں آیا ہے اور کم از کم ایک موقع (سباء :۱۴) پر اس کے لازم متعدی دونوں طرح استعمال کا امکان بھی ہے۔

③ "لَھُمُ" (ان کے لئے/ ان پر) یہ لام الجر + ضمیر جمع غائب (ھم) کا مرکب ہے جس میں ضمیر کی آخری ساکن میم کو آگے ملانے کے لئے ماقبل والی ہائے مضمومہ (ہُ) کی مناسبت سے ضمہ (ـُـ) دیا گیا ہے۔ یہاں لام الجر "لِ" جو ضمیر کے ساتھ آنے کی وجہ سے "لَ" ہوگیا ہے) وہی صلہ ہے جو فعل تَبَیَّنَ کے ساتھ (..... پر واضح ہونا) کے مفہوم کے لئے آتا ہے جس کے لئے یہاں ضمیر "ھُمْ" ہے جس سے مُراد (مرجع) اہل کتاب کی وہ اکثریت ہے جس کا ذکر شروع آیت میں آیا ہے۔

④ "الحَقُّ" (حق/ سچ) اپنے بہت سے (بنیادی) عربی معانی کے ساتھ یہ لفظ اردو میں اتنا متعارف اور مستعمل ہے کہ اِس کی ترجمہ کی ضرورت کبھی محسوس نہیں ہوتی۔ ویسے اِس کے متعلق مفصل لغوی بحث البقرہ :۲۶ [۱:۱۹:۲(۶)] میں گزر چکی ہے۔

● اِس طرح اِس حصہ آیت (مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ) کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "پیچھے/ بعد/ اِس کے جو کہ ظاہر/ واضح ہوگیا ان کے لئے حق) جسے بامحاورہ بناتے ہوئے "بعد اِس کے/ اس کے بعد کہ/ ظاہر ہو چکا/ کھل چکا/ ان پر/ حق" کی صورت دی گئی ہے۔ بعض نے جملے کی اردو ترتیب و ترکیب کی بناء پر "تَبَیَّنَ لَھُمُ الْحَقُّ" کے ترجمہ میں "الحَقُّ" کا ترجمہ پہلے اور پھر "لَھُمْ" کا ترجمہ اور آخر پر فعل "تَبَیَّنَ" کا ترجمہ کیا ہے' یعنی بصورت "حق ان پر خوب